۴۳

رمضان المبارک کی برکات سے فائدہ اٹھاؤ

(فرمودہ ۲/ مارچ ۱۹۲۸ء)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے متعلق مختلف لوگوں نے اپنے اپنے افکار کے اظہار میں بہت سی غلطیاں کی ہیں۔ بعض لوگ اپنی محبت کی رَو میں بہہ کر اور علم دین سے ناواقفیت کی وجہ سے اس کی طرف ایسی باتیں منسوب کرتے ہیں جو بالکل انسانی تقاضوں اور انسانی اعمال سے مشابہ ہوتی ہیں۔ مولانا روم نے اپنی مثنوی میں تو ایک قصہ کے طور پر ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک بزرگ نے ایک چرواہے کو دیکھا کہ وہ جنگل میں بیٹھا ہؤا باتیں کر رہا تھا اور خدا تعالیٰ کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا کہ اے خدا اگر تو میرے پاس آئے تو میں تجھے نہایت عمدہ اور لذیذ دودھ پلاؤں، تیری جوئیں نکالوں اور تیرے بال درست کروں۔ غرض جو اس چرواہے کے نزدیک عمدہ بکری یا پیارے بچے سے سلوک کیا جاتا ہے وہ خدا سے کرنا چاہتا تھا۔ مولانا روم نے لکھا ہے اس بزرگ نے جب یہ باتیں سنیں تو اس کو ڈانٹا اور کہا یہ کیا کہہ رہے ہو؟ اس پر انہیں الہام ہؤا کہ اسے ڈانٹنا نہیں چاہئے اس کی یہی باتیں مجھے پیاری لگتی ہیں[1]۔ بات یہ ہے کہ جب تک ایسی باتیں مذہب کا حصہ اور عقائد کی بنیاد نہیں بن جاتیں ایک عاشقانہ جذبہ کی لے ہوتی ہیں اس لئے پیاری لگتی ہیں لیکن جب یہ مذہب میں داخل ہو جائیں اور عقائد کی بنیاد بن جائیں تو یہی باتیں شرک اور کفر بن جاتی اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب ہو جاتی ہیں۔ جیسے حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص ایک موقع پر بے اختیار ہو گیا۔ اس کو خدا تعالیٰ کا احسان یاد آیا۔ اس جوش محبت میں اس کے منہ سے نکل گیا کہ اے خدا تو میرا بندہ اور میں تیرا خدا ہوں[2]۔ گویا جوش محبت میں الٹ بات اس کے منہ سے نکل گئی۔ رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں خدا تعالیٰ کو اس کی یہ بات

بھی پسند آگئی- لیکن اگر کوئی جان بوجھ کر ایسی بات کہے یا اسے اپنا عقیدہ بنالے تو یہ کفر ہو گا- تو جوش محبت میں ایک جاہل یا جوش محبت کے وقت کی جہالت میں ایک عالم بھی جاہلانہ فقرہ کہہ دیتا ہے مگر اپنی نیت اور وقت اور موقع کے لحاظ سے خدا تعالیٰ کا پیارا بن جاتا ہے- ہاں عقیدہ کے لحاظ سے ایسی بات جائز نہیں ہوتی اور خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب ہو جاتی ہے-

وہی نقشہ جو مولانا روم نے کھینچا ہے ہندوؤں کا عقیدہ ہے- ان کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جب پرمیشور سوتا ہے تو لکشمی اس کے پاؤں دباتی ہے ایسا ہی جیسے چرواہے نے عشق میں کہا تھا- کسی نے اپنے عشق میں یہ بات کہی جو بعد میں عقیدہ بن گئی یا کسی نے رؤیا دیکھی اور رؤیا کی تعبیر ہوتی ہے مگر لوگوں نے اسے ظاہر پر محمول کر لیا-

پس ایک تو لوگ ایسے ہیں جو خدا تعالیٰ کے متعلق ایسے خیال اور ایسے عقائد رکھتے ہیں جو اس کو بالکل انسان ثابت کرتے ہیں- یعنی ان کے عقیدہ کی رو سے وہ کھاتا پیتا اور پہنتا ہے' گھوڑوں اور رتھوں پر سوار ہوتا ہے' شراب کے تحفے اسے پیش کئے جاتے ہیں' وہ روٹھتا ہے' ناراض ہوتا ہے' بگڑتا ہے' ایک دوسرے کو لڑاتا ہے ان باتوں کو عقائد کا جزو بنا لیا گیا ہے- اب یہ باتیں عاشقانہ ترنگ اور والہانہ لے نہیں رہیں جو عقل کے ماتحت تو گناہ ہوتی ہیں مگر عشق کی لہر کے جنون میں محبت کا باعث ہو جاتی ہیں- ایسی بات کو غلطی کہا جا سکتا ہے مگر نہایت پیاری غلطی- اسے ٹھوکر کہا جا سکتا ہے مگر نہایت ہی محبت آمیز ٹھوکر لیکن ان کو جزو مذہب سمجھ لیا گیا ہے اور ان پر عقائد کی بنیاد رکھی جاتی ہے اس لئے کفر بن گئی ہیں- اور کچھ لوگوں نے اس کے خلاف اللہ تعالیٰ کے متعلق ایسے عقائد بنا لئے ہیں کہ ان کے ماتحت اللہ تعالیٰ کی ہستی بالکل ایک فلسفیانہ خیال رہ جاتا ہے اور وہ تمام صفات سے عاری ہو جاتا ہے- مثلاً یہی کہ وہ دعا کے متعلق کہتے ہیں اگر خدا تعالیٰ عالم الغیب ہے اور پھر رحیم بھی ہے وہ بندے کی حالت کو خود دیکھ رہا ہے تو خود ہی رحم کرے گا اس کی کیا ضرورت ہے کہ ہم اس سے دعائیں کریں اور التجائیں کریں- ایک شخص مر رہا ہے تو کیا اس کو محض اس لئے مرنے دے گا کہ وہ اس سے دعا نہیں کرتا- کیا دعا کے بغیر وہ اپنے بندے کی خبر گیری نہیں کرے گا- اگر کرے گا تو اس کے سامنے عجز و انکسار کے اظہار کی اور دعا کرنے کی کیا ضرورت ہے- بے شک اگر خدا کو فلسفیانہ خیال کے مطابق سمجھا جائے تو پھر میں ان لوگوں کے خیال کی تردید نہیں کروں گا مگر دیکھنا یہ ہے کہ خدا تعالیٰ معاملہ کس سے کرتا ہے- ہمارے ملک میں ایک مثل ہے- اسے میں خدا تعالیٰ کی ذات پر چسپاں تو نہیں

کر سکتا مگر اس سے ایک لطیف سبق حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اور ایسا سبق حاصل کیا جا سکتا ہے جو خدا تعالیٰ کی صفات کے متعلق بصیرت بخشتا ہے اور اس سے بہت بڑا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ مثل یہ ہے کہ عقلمند سے عقلمند بھی تین جگہ پاگل ہو جاتا ہے۔ (۱) بیوی سے محبت کرتے وقت۔ (۲) بچے سے پیار کرتے وقت اور (۳) شیشے کے سامنے۔ وہی عقل مند جو نہایت باریک اور علمی غلطیاں لوگوں کی نکالتا ہے۔ علم ادب کی ادنیٰ سے ادنیٰ غلطیوں پر ناراض ہو جاتا ہے۔ کسی شاعر، ادیب یا خطیب کے کلام اور شعر کو یا کسی مصنف کی تصنیف کو دیکھ کر برداشت نہیں کر سکتا۔ اگر کتاب میں کوئی غلطی ہو تو اسے بند کر کے رکھ دیتا ہے کہ اسے پڑھ نہیں سکتا۔ اگر شعر غلط ہو تو اسے سن نہیں سکتا۔ اگر خطبہ فصیح نہ ہو اسے سنتے ہوئے اکتا جاتا ہے۔ لیکن بچے سے گفتگو کرتے وقت وہ کہتا ہے یہ چیز "تیلی ہے" "یہ میلی ہے"۔ یعنی وہ بچہ کی تیلی اور میلی کی نقل کرتا ہے یہاں اس کی حالت بدل جاتی ہے۔ کیونکہ وہ سمجھتا ہے اس وقت وہ ادباء کی مجلس میں نہیں بیٹھا ہوا بلکہ بچہ سے باتیں کر رہا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ بچہ کا دل رکھنے کے لئے اسی کی سی باتیں کروں۔ اس وقت وہ یہ نہیں کرتا کہ اسی فلسفیانہ کرسی پر بیٹھا رہے جس پر وہ دن بھر بیٹھا رہتا ہے بلکہ اس سے نیچے اتر آتا ہے کیونکہ اگر وہ نیچے اتر کر اسی سطح پر نہ آجائے جس پر بچہ ہے تو بچہ اس کے پاس کبھی نہ آئے گا اور اس سے کبھی مانوس نہیں ہو سکتا۔ وہ بچہ کے لئے نیچے کی طرف لوٹ آتا ہے تاکہ اس کو اپنی طرف کھینچ سکے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ بھی اپنی شان کے مطابق اور انسانی جذبات کے مطابق جس سے اس کی صفات پر حرف نہیں آتا اپنے مقام سے نیچے نزول کرتا ہے۔ کیونکہ وہ سب کا خدا ہے۔ وہ صرف عقل مندوں اور فلسفیوں کا ہی خدا نہیں بلکہ جاہلوں اور کم عقلوں کا بھی خدا ہے اس لئے وہ سب کی حالت کو مدنظر رکھتا ہے۔ اور انسانی فطرت کبھی ناز چاہتی ہے اور کبھی نیاز اس لئے خدا تعالیٰ بھی کبھی ناز کی چادر اوڑھ لیتا ہے تاکہ بندہ اسے سمجھ سکے۔ وہی خدا جو علیم و خبیر ہے اور انسان کی حاجات کو خوب جانتا ہے۔ وہ جس نے رحمٰن و رحیم ہو کر پیدا ہونے سے بھی پہلے انسانوں کے لئے ضروریات رکھ دیں۔ وہ چاہتا ہے کہ بندہ اس سے التجاء کرے اور وہ اس کی التجاء قبول کرے تاکہ اس کے اندر وہ جلن اور خلش پیدا ہو جس کے بغیر عشق مکمل نہیں ہو سکتا۔

جو شخص یہ کہتا ہے کہ خدا جب دیکھتا ہے تو خود میری ضروریات پوری کرے گا۔ اس سے ناز تو ظاہر ہے مگر اس طرح محبت کے جذبات نہیں پیدا ہوتے۔ یہ اسی طرح پیدا ہوتے ہیں کہ

جب مانگوں تو دے گا' پکاروں تو بولے گا- پس وہ لگاؤ اور وہ جلن جو عشق پیدا کرتا ہے یا جو عشق سے پیدا ہوتی ہے وہ فلسفیانہ جذبات اور خیالات سے نہیں پیدا ہوتی- اس لئے خدا تعالیٰ نے اپنے فضلوں کے ایک دروازے کو آہ وزاری اور عجز و انکساری کے ساتھ مخصوص کر دیا ہے- خدا تعالیٰ پر دَور نہیں آتے نہ اس کو مہینوں یا دنوں سے کوئی تعلق ہے کیونکہ یہ تو سورج سے پیدا ہوتے ہیں جو ایک ادنیٰ چیز ہے اور وہ سورج کا خالق ہے اس کی پیدائش سے جو مہینے پیدا ہوں ان سے خدا کو کیا تعلق ہو سکتا ہے- جس طرح پانی کنویں سے نکلتا ہے اور ایک زمیندار کھیت کو سیراب کرنے کے لئے ہاتھ میں کھرپا جسے رمبا کہتے ہیں لئے اس کو صحیح طور پر چلاتا ہے- اب کنویں کو رمبے سے کیا تعلق ہے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کنواں رمبے کا محتاج ہے- تو خدا تعالیٰ کا دنوں یا مہینوں یا سالوں سے کوئی تعلق نہیں- اور اس کے افضال کسی دن یا مہینہ سے وابستہ نہیں- مگر وہ انسان جس سے خدا تعالیٰ سلوک کرنا چاہتا ہے وہ مہینوں سے وابستہ ہے- خدا تعالیٰ تو رات دن جاگتا اور ہمیشہ بیدار رہتا ہے لیکن بندہ تو سوتا ہے اس لئے باوجود اس کے کہ خدا کے لئے دن اور رات کی ساری گھڑیاں ایک ہی جیسی ہیں مگر انسان کے لئے نہیں اس لئے فرمایا کہ بندہ کی دعائیں سننے کے لئے میں رات کی آخری گھڑیوں میں نیچے اترتا ہوں- یعنی اس وقت دعائیں خاص طور پر قبول کرتا ہوں- یہ گھڑیاں گہری اور میٹھی نیند کی گھڑیاں ہوتی ہیں جو انسان خدا تعالیٰ کے لئے انہیں قربان کرتا ہے- اس کی دعا خدا تعالیٰ سنتا ہے اس لئے نہیں کہ خدا کو رات کی آخری گھڑیوں سے تعلق ہے بلکہ اس لئے کہ بندہ کو ان گھڑیوں سے تعلق ہے-

اسی طرح خدا تعالیٰ کے لئے سب مہینے برابر ہیں مگر بندے پر سستی اور کسل کی حالت آتی ہے اس لئے اس کی خاطر ایک مہینہ مخصوص کر دیا- اس لئے کہ بندہ ۱۲ مہینے خدا تعالیٰ کی طرف ایک سا متوجہ نہیں ہو سکتا- پس خدا تعالیٰ نے اس مہینہ کو اس لئے نہیں چنا کہ اسے رمضان کا مہینہ پیارا ہے بلکہ اس لئے چنا ہے کہ بندہ ایک مہینے کو مخصوص کئے بغیر خاص طور پر خدا کی طرف متوجہ نہ ہو سکتا تھا- پس خدا تعالیٰ نے رمضان کو اس لئے نہیں چنا کہ یہ مہینہ بابرکت تھا بلکہ خدا نے انسانوں کو کمال تک پہنچانے کے لئے اسے بابرکت بنایا- قرآن کو بھی رمضان کے ساتھ خاص تعلق ہے مگر اس لئے نہیں کہ مہینہ مبارک تھا بلکہ جب رسول کریم ﷺ کی روحانیت اس کمال تک پہنچ گئی کہ قرآن شریف نازل ہو تو وہ رمضان کا مہینہ تھا اس لئے اسے خدا تعالیٰ نے مبارک بنا دیا تاکہ بندوں کو یاد دلائے کہ اس مہینہ میں عجز و انکسار اور خدا تعالیٰ

کے آگے اپنے آپ کو ڈال دینے سے جب محمد رسول اللہ خاتم النّبیّین بن گئے تو تم بھی کوشش کرو۔ اگر محمدؐ رسول اللہ نہ بن سکو گے تو کم از کم اس کے خادم تو بن جاؤ گے۔

پس یہ مہینہ ہمارے لئے نشان ہے۔ یہ بندوں کو موقع دیتا ہے کہ خدا کی طرف خاص طور پر متوجہ ہوں اور جو کام ہمیشہ نہیں کرسکتے کم از کم اس مہینہ میں کرلیں۔

ان حالات پر نظر ڈالتے ہوئے اور یہ کہ بندوں کے لحاظ سے تعلق رکھتے ہوئے یہ مہینہ بابرکت ہے ورنہ خدا تعالیٰ کے لئے سب وقت یکساں ہیں۔ چونکہ بغیر وقت کی تعیین کے انسان ست ہو جاتا ہے اور یہ کہتے کہتے کہ پھر کرلیں گے وقت گزار دیتا ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے اس مہینہ کو چنا تاکہ ست سے ست اور غافل سے غافل لوگوں کو بھی ہوشیار کرے۔ چونکہ یہ مہینہ جاہل اور گم گشتہ راہ ہدایت مخلوق کو خدا کی طرف کھینچ لاتا ہے اس لئے بابرکت ہے۔ پس ان برکات سے جو اس مہینہ کے ساتھ وابستہ ہیں اور اس حکمت کے ماتحت جو میں نے بیان کی ہے ہمیں اس سے بہتر سے بہتر فائدہ اٹھانا چاہئے۔ جو طبائع پہلے خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ نہ تھیں ان کو اس طرح متوجہ ہونا چاہئے کہ یہ رمضان کا مہینہ چلا جائے مگر ان کے لئے نہ جائے۔ رمضان کی یہی خوبی ہے کہ انسان اس ماہ میں خدا کے لئے رات کو اٹھتا ہے اور دعائیں کرتا ہے۔ لیکن جو شخص ہمیشہ رات کو اٹھے اور خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت اپنی طاقت اور قوت کے ماتحت عبادت کرے اس کے لئے رمضان کے گذر جانے کے بعد بھی رمضان ہی ہے۔ پس یہ ناممکن نہیں ہے کہ اس رمضان کی وجہ سے ایسی توفیق مل جائے کہ باقی گیارہ مہینے بھی رمضان ہی رہے۔

ہمارے دوستوں کو اس ماہ کی برکات سے فیض یاب ہونے کے لئے خصوصیت سے کوشش کرنی چاہئے اور خصوصیت سے دعائیں کرنی چاہئیں۔ خدا تعالیٰ تو ہر وقت سنتا ہے مگر انسان کی ہمت بندھانے کے لئے خدا تعالیٰ اسے خاص موقع دیتا ہے۔ میں نے دیکھا ہے معمولی کھیلوں اور کاموں میں بھی اگر یہ طریق نہ رکھا جائے تو وہ نہ ہو سکیں۔ مثلاً ایم۔ اے کا امتحان شاید ہی کوئی پاس کرتا اگر صرف یہی آخری امتحان رکھا جاتا۔ پس امتحانات کے درجے اس لئے رکھے گئے ہیں تاکہ انسان کو جرأت پیدا ہو اور وہ سمجھے اب میں نے یہ امتحان پاس کرلیا ہے اب یہ اور اس طرح ترقی کرتا جائے۔ اسی طرح چھوٹے بچہ کا استاد دیکھتا ہے کہ ست ہو رہا ہے تو کہتا ہے بس ایک دفعہ سبق دہرالو تو یاد ہو جائے گا۔ اسی طرح رسہ کھینچنے کے وقت جب لڑکے ست ہونے

لگتے ہیں تو کہا جاتا ہے ذرا زور لگالو تو جیت جاؤ گے اس سے ان کے دل مضبوط ہو جاتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ جب انسان کو معلوم ہو جائے کہ اس کا مقصود اسے ملنے والا ہے تو وہ اپنی انتہائی قوت اور طاقت خرچ کر دیتا ہے اسی لئے خدا تعالیٰ نے انسان کی ہمت کی کمزوری کو دیکھ کر کہا لو آج میں تمہاری دعائیں سننے کے لئے تیار ہو گیا ہوں تاکہ جو اپنی کم ہمتی کی وجہ سے اپنی دعائیں اسے سنانے نہیں جاتے وہ بھی جائیں۔ تو یہ بندوں کے لحاظ سے باتیں ہیں۔ چونکہ جس ہستی نے انسان پیدا کیا وہی جانتی ہے کہ انسان کس طرح ہدایت پاسکتا ہے اس لئے اس نے یہ طریق رکھا ہے ورنہ خدا تعالیٰ کامل ہے ہمیشہ سے کامل ہے اور ہمیشہ کامل رہے گا۔ وہ بابرکت ہے ہمیشہ سے بابرکت ہے اور ہمیشہ بابرکت رہے گا مگر کوئی وجہ سہی' ہماری کمزوری' ہماری سستی' ہماری کوتاہی ہی سہی بہرحال جب ہماری کمزرویوں نے اس کی برکات حاصل کرنے کا خاص موقع بہم پہنچایا ہے تو ہم کیوں اس سے فائدہ نہ اٹھائیں۔

پس ان ایام میں خصوصیت سے دعائیں کرو پھر صرف اپنے نفس کو ہی مدنظر نہیں رکھنا چاہیئے بلکہ اسلام اور سلسلہ کی ترقی' اسلام اور سلسلہ کی کامیابی کے لئے بھی دعائیں کرنی چاہئیں۔ ہم اس وقت ایک جنگ میں ہیں اور جنگ کے موقع پر شخصی ضرورتوں کو قومی ضرورتوں پر قربان کر دیا جاتا ہے جس طرح جنگ کے موقع پر یہ نہیں دیکھا جاتا کہ کسی کا اکلوتا بیٹا ہے یا دس پانچ بلکہ قوم کی خاطر قربانی کا سوال ہوتا ہے۔ اسی طرح آج اسلام کی عظمت کا سوال ہے اور خصوصیت سے اسلام کی خدمت کی ضرورت ہے۔

پھر ایک طریق دعا کرنے کا یہ بھی ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے دعا کرتے وقت اپنے بھائیوں کو یاد رکھا کرو۔ یہ منع ہے کہ کوئی شخص اپنے لئے دعا نہ مانگے اور صرف دوسروں کے لئے مانگے۔ اپنے لئے بھی مانگنی چاہیئے مگر جب دوسروں کے لئے مانگتا ہے تو فرشتے اس کے لئے دعا مانگتے ہیں۔ جو شخص یہ کہے کہ میں دوسروں کے لئے ہی دعا مانگتا ہوں وہ غلطی کرتا ہے اور اس میں کبر پایا جاتا ہے گویا وہ اپنے آپ کو خدا کا محتاج نہیں سمجھتا۔ تو اپنے لئے بھی دعائیں مانگو اور دوسروں کے لئے بھی اس سے اصلاح نفس اور قربانی کا مادہ بھی پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ جب ہم خدا تعالیٰ سے کہتے ہیں کہ ہمارے فلاں بھائی کو یہ دے' وہ دے تو کیا جب موقع ہوگا ہم خود حتی الامکان اس کی مدد نہ کریں گے؟ ضرور کریں گے۔ ورنہ ہماری دعا جھوٹی ہوگی۔ اس طرح دعا کرنے سے قومی نظام مضبوط ہوتا ہے۔

پس جماعت کے سب بھائیوں کے لئے مصیبت زدوں کے لئے اور ان کے لئے بھی جو ابتلاء میں ہوں خواہ وہ ابتلاء روحانی ہوں یا جسمانی۔ واقفوں کے نام لے کر اور جو واقف نہ ہوں ان کے لئے مجموعی طور پر ان کی دینی 'دنیوی ترقیات کے لئے دعائیں کرنی چاہئیں تا ملائکہ ہمارے لئے دعا کریں۔

خطبہ ثانیہ کے بعد فرمایا: ہر بات میں اللہ تعالیٰ کی حکمت ہوتی ہے۔ آج میری طبیعت ایسی خراب تھی کہ نبض چھُٹی جاتی تھی اور غشی کی حالت ہو جاتی تھی۔ میں نے سمجھا جمعہ میں نہیں جا سکوں گا۔ مگر پھر خیال آیا جا کر نماز پڑھوں خطبہ نہیں پڑھوں گا مگر یہاں آکر خطبہ پڑھنے کی تحریک ہوئی اور خدا تعالیٰ نے اس کے لئے توفیق دی۔ جس قدر میں نے خطبہ بیان کیا ہے وہ عام خطبوں سے کم نہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خدا تعالیٰ کے خاص تصرف کے ماتحت ہے اس لئے بھی جماعت کو اس طرف خاص توجہ دینی چاہئے۔

(الفضل ۹ / مارچ ۱۹۲۸ء)

[1] مثنوی معنوی مولانا جلال الدین رومی دفتر دوم صفحہ ۲۸ ناشر انتشارات طلوع تاریخ انتشار اسفند ۱۳۰۹ نوبت چاپ ششم

[2] مسلم کتاب التوبۃ باب الحض علی التوبۃ والفرح بھا